(صرف احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کے لئے)

آیت خاتم النبیین

کی

تفسیر

از

افاضات

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی نے امیر امان اللہ خان والئی افغانستان کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا۔

''(ایک) اعتراض ہم پر یہ کیا جاتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ وحی اور سلسلہ نبوت کو جاری سمجھتے ہیں۔ یہ اعتراض بھی یا تو قلتِ تدبر کا نتیجہ ہے یا عداوت ودشمنی کا۔ اصل بات یہ ہے کہ ہمیں تو الفاظ سے کوئی تعلق نہیں۔ جس بات میں خدا اور اس کے رسول کی عزت ہو' ہمیں تو وہی پسند ہے۔ ہم کبھی ایک منٹ کیلئے بھی اس امر کو جائز نہیں سمجھتے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا شخص آئے جو آپؐ کی رسالت کو ختم کردے اور نیا کلمہ اور نیا قبلہ بنائے اور نئی شریعت اپنے ساتھ لائے یا شریعت کا کوئی حکم بدل دے یا جو لوگوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے نکال کر اپنی اطاعت میں لے آوے یا آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے باہر ہو یا کچھ بھی فیض اس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط کے بغیر ملا ہو' اگر ایسا کوئی آدمی آئے تو ہمارے نزدیک اسلام باطل ہو جاتا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے جو وعدے تھے جھوٹے ہو جاتے ہیں' لیکن ہم اس امر کو بھی کبھی پسند نہیں کر سکتے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کو ایسا سمجھا جائے کہ گویا آپؐ نے تمام فیوض الٰہی کو روک دیا ہے اور آپ بجائے دنیا کی ترقی میں ممد ہونے کے اس کے راستہ میں روک بن گئے ہیں اور گویا نعوذ باللہ من ذالک آپ بجائے دنیا کو خدا تعالیٰ تک پہنچانے کے اسے

وصول الی اللہ کے اعلیٰ مقامات سے محروم کرنے والے ہیں۔ جس طرح پہلا خیال (دین حق) کیلئے تباہ کرنے والا ہے' اسی طرح یہ دوسرا خیال بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ایک خطرناک حملہ ہے' اور ہم نہ اسے قبول کرتے ہیں اور نہ اسے برداشت کر سکتے ہیں' ہمارا یقین ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کیلئے رحمت تھے اور ہمارا پکا یقین ہے کہ یہ بات ہر ایک آنکھ رکھنے والے کو نظر آ رہی ہے۔ آپؐ نے آ کر دنیا کو فیوض سماوی سے محروم نہیں کر دیا بلکہ آپؐ کے آنے سے اللہ تعالیٰ کے فیوض کی روانی پہلے سے بہت زیادہ ہوگئی ہے اگر پہلے وہ ایک نہر کی طرح بہتے تھے تو اب ایک دریا کی طرح بہتے ہیں' کیونکہ پہلے علم اپنے کمال کو نہیں پہنچا تھا اور علمِ کامل کے بغیر عرفانِ کامل بھی حاصل نہیں ہوسکتا اور اب علم اپنے کمال کو پہنچ گیا ہے۔ قرآنِ کریم میں وہ کچھ بیان کیا گیا ہے جو اس سے پہلے کی کتب میں بیان نہیں کیا گیا تھا۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل لوگوں کو عرفان میں زیادتی حاصل ہوئی ہے اور عرفان میں زیادتی کی وجہ سے اب وہ ان اعلیٰ مقامات پر پہنچ سکتے ہیں جن پر پہلے لوگ نہیں پہنچ سکتے تھے اور اگر یہ ایمان نہ رکھا جائے تو پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے انبیاء پر کیا فضیلت رہ جاتی ہے۔ پس ہم اس قسم کی نبوت کے تو منکر ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آزاد ہو کر حاصل ہوتی ہو' اور اسی وجہ سے ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسیح ناصری علیہ السلام کی آمد سے مُنکر ہیں مگر ہم اس قسم کی نبوت کی نفی نہیں کر سکتے جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت بالا ہوتی ہے۔

اے امیر! اللہ تعالیٰ آپ کے دل کو مہبط انوار بنائے اور آپ کے سینے کو حق کی قبولیت کیلئے وسیع کرے۔ وہی نبوت پہلے نبی کے سلسلے کو ختم کر سکتی ہے

جو شریعت والی نبوت ہو اور وہی پہلے نبی کی شریعت کو منسوخ کر سکتی ہے جو بلاواسطہ حاصل ہو لیکن جو نبوت کہ پہلے نبی کے فیض سے اور اس کی اتباع سے حاصل ہو اور جس کی غرض پہلے نبی کی نبوت کی اشاعت ہو اور اس کی عظمت اور اس کی بڑائی کا اظہار ہو وہ پہلے نبی کی ہتک کرنے والی نہیں بلکہ اس کی عزت کو ظاہر کرنے والی ہے اور اس قسم کی نبوت قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے اور عقلِ سلیم اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اس اُمّت میں حاصل ہو سکتی ہے اور اگر یہ نبوت اس امت کو حاصل نہ ہو تو پھر اس امت کو دوسرے نبیوں کی امتوں پر کوئی فضیلت نہیں رہتی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ محدث حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں بھی بہت سے گذرے ہیں۔

(بخاری کتاب المناقب باب مناقب عمر بن خطاب)

پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ بھی انسان کو محدثیت کے مقام تک ہی پہنچا سکتی ہے تو پھر آپؐ کو دوسرے انبیاء پر کیا فضیلت رہی اور آپؐ سیدِ وُلدِ آدم اور نبیوں کے سردار کیونکر ٹھہرے۔ خیر الرسل ہونے کیلئے ضروری ہے کہ آپؐ میں بعض ایسے کمالات پائے جائیں جو پہلے نبیوں میں نہیں پائے جاتے تھے اور ہمارے نزدیک یہ کمال آپؐ میں ہی ہے کہ پہلے انبیاء کے امتی ان کی قوتِ جذب سے صرف محدّثیت کے مقام تک پہنچ سکتے تھے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی مقامِ نبوت تک بھی پہنچ سکتے ہیں اور یہی آپؐ کی قوتِ قدسیہ کا کمال ہے جو ایک مومن کے دل کو آپ کی محبت اور آپؐ کے عشق کے جذبہ سے بھر دیتا ہے۔

اگر آپؐ کے آنے سے اس قسم کی نبوت کا بھی خاتمہ ہو گیا ہے تو پھر آپؐ

کی مدد دنیا کیلئے ایک عذاب بن جاتی ہے اور قرآن کریم کا وجود بے فائدہ ہو جاتا ہے کیونکہ اس صورت میں یہ ماننا پڑے گا کہ آپؐ کی بعثت سے پہلے تو انسان بڑے بڑے درجوں تک پہنچ جاتا تھا مگر آپؐ کی بعثت کے بعد وہ ان درجوں کے پانے سے روک دیا گیا اور یہ ماننا پڑے گا کہ قرآن کریم سے پہلی کتب تو نبوت کا درجہ پانے میں مدد ہوا کرتی تھیں یعنی ان کے ذریعہ سے انسان اس مقام تک پہنچ جاتا تھا جہاں سے اللہ تعالیٰ اسے نبوت کے مقام کی تربیت کیلئے چن لیتا تھا، لیکن قرآن کریم پر عمل کر کے انسان اس درجہ کو نہیں پہنچ سکتا، اگر فی الواقع یہ بات ہو تو اللہ تعالیٰ کے سچے پرستاروں کے دل خون ہو جائیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جائیں کیونکہ وہ تو رحمۃ للعالمین اور سید الانبیاء کی آمد پر یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ اب ہماری روحانی ترقیات کیلئے نئے دروازے کھل جائیں گے اور اپنے محبوب رب العالمین کے اور بھی قریب ہو جائیں گے۔ لیکن نتیجہ نعوذ باللہ من ذالک یہ نکلا کہ آپؐ نے آکر جو دروازے پہلے کھلے تھے ان کو بھی بند کر دیا۔

کیا کوئی مومن رسول کریم کی نسبت اس قسم کا خیال ایک آنِ واحد کیلئے بھی اپنے دل میں آنے دے سکتا ہے؟ کیا کوئی آپ کا عاشق ایک ساعت کیلئے بھی اس عقیدہ پر قائم رہ سکتا ہے۔ بخدا آپؐ برکت کا ایک سمندر تھے اور روحانی ترقی کا ایک آسمان تھے جس کی وسعت کو کوئی نہیں پا سکتا۔ آپ نے رحمت کے دروازے بند نہیں کر دیئے بلکہ کھول دیئے ہیں اور آپ میں اور پہلے نبیوں میں یہ فرق ہے کہ ان کے شاگرد تو محدّثیت تک پہنچ سکتے تھے اور نبوت کا مقام پانے کے لئے ان کو الگ تربیت کی ضرورت ہوتی تھی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی میں ایک انسان نبوت کے مقام تک

پہنچ جاتا ہے اور پھر بھی آپ کا امتی رہتا ہے اور جس قدر بھی ترقی کرے آپ کی غلامی سے باہر نہیں جا سکتا۔ اس کے درجہ کی بلندی اسے امتی کہلانے سے آزاد نہیں کر دیتی بلکہ وہ اپنے درجہ کی بلندی کے مطابق آپؐ کے احسان کے بار کے نیچے دبتا جاتا ہے کیونکہ آپؐ قرب کے اس مقام پر پہنچ گئے ہیں جس تک دوسروں کو رسائی نہیں ہوئی اور آپؐ نے اس قدر بلندی کو طے کر لیا ہے جس تک دوسروں کا ہاتھ بھی نہیں پہنچا اور آپ کی ترقی اس سُرعت سے جاری ہے کہ واہمہ بھی اس کا اندازہ لگانے سے قاصر ہے۔ پس آپؐ کی امت نے بھی آپؐ کے قدم بڑھانے سے قدم بڑھایا ہے اور آپؐ کی ترقی فرمانے سے ترقی کی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقام جو اُوپر بیان ہوا ہے ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم اس قسم کی نبوت کا سلسلہ آپ کے بعد جاری سمجھیں کیونکہ اس میں آپؐ کی عزت ہے اور اس کے بند کرنے میں آپؐ کی سخت ہتک ہے۔ کون نہیں سمجھ سکتا کہ لائق استاد کی علامت یہ ہے کہ اس کے لائق شاگرد ہوں اور بڑے بادشاہ کی علامت یہ ہے کہ اس کے ماتحت بڑے بڑے حکمران ہوں۔ اگر کسی استاد کے شاگرد ادنیٰ درجے کے ہیں تو اسے کوئی لائق استاد نہیں کہہ سکتا اور اگر کسی بادشاہ کے ماتحت ادنیٰ درجے کے لوگ ہوں تو اسے کوئی بڑا بادشاہ نہیں کہہ سکتا۔ شہنشاہ دنیا میں عزت کا لقب ہے نہ کہ ذلت اور حقارت کا۔ اسی طرح وہ نبی ان نبیوں سے بڑا ہے جس کے امتی نبوت کا مقام پاتے ہیں اور پھر بھی امتی ہی رہتے ہیں۔

درحقیت یہ غلطی جس میں اس وقت کے مسلمان پڑ گئے ہیں (اس وقت مَیں اس لئے کہتا ہوں کہ پہلے بزرگوں کی کتب اس غلط عقیدے کے خلاف

ظاہر کر رہی ہیں۔ جیسے حضرت محی الدین ابن عربیؒ ' حضرت ملا علی قاری اور علامہ ابن قیم کی کتب' حضرت مولانا رومؒ کی مثنوی' حضرت مجدد الف ثانیؒ' شیخ احمد سرہندی کے مکتوبات وغیرہ) اس سے پیدا ہوئی ہے کہ انہوں نے نبوت کے معنی سمجھنے میں غلطی کی ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ نبی وہی ہوتا ہے جو کوئی جدید شریعت لائے یا پہلی شریعت کے بعض احکام کو منسوخ کرے یا پہلے نبی کی اطاعت سے باہر ہو لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ باتیں نبی کے لئے ضروری نہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نبی ان تینوں قسموں میں سے کسی ایک میں شامل ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک شخص میں یہ تینوں باتیں نہ ہوں' نہ وہ کوئی جدید کتاب لائے' نہ پہلی شریعت کے کسی حکم کو منسوخ کرے اور نہ نبوت اسے براہِ راست ملے اور پھر بھی وہ نبی ہو' کیونکہ نبوت ایک خاص مقامِ قرب کا نام ہے جس مقام پر فائز شخص کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ دنیا کی اصلاح کرے اور لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف کھینچ کر لائے اور مُردہ دلوں کو زندگی بخشے اور خشک زمین کو شاداب کرے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے جو کلام لوگوں کی ہدایت کیلئے نازل ہوا ہو' اسے لوگوں تک پہنچائے اور ایک ایسی جماعت پیدا کرے جو اپنی زندگیوں کو حق کی اشاعت میں لگا دے اور اس کے نمونے کو دیکھ کر اپنے دلوں کی اصلاح کرے اور اپنے اعمال کو درست کرے۔

غرض نبوت کی نفی نبوت کے مفہوم کو غلط سمجھنے سے پیدا ہوئی ہے ورنہ بعض اقسام کی نبوتیں تو بجائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گھٹانے کے آپؐ کی شان بڑھانے والی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ قرآن کریم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا سلسلہ بند کرتا ہے کیونکہ فرماتا ہے **مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔**

(سورہ احزاب:۴۱)

کہ محمدؐ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں' لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ پس اب کوئی نبی نہیں آ سکتا لیکن قرآن کریم کھول کر نہیں دیکھا جاتا کہ اللہ تعالیٰ خاتم النبیین بفتح تا فرماتا ہے نہ بکسرِ تا۔ اور خاتم بفتح تا کے معنی مہر کے ہوتے ہیں نہ کہ ختم کر دینے کے اور مہر تصدیق کیلئے لگائی جاتی ہے پس اس آیت کے تو یہ معنی ہوں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کی مہر ہیں' چنانچہ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں خاتم النبیین کے معنی نبیوں کی مہر والے نبی کے ہی کئے ہیں اور اس آیت کی تشریح میں وہ احادیث نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ مبارک پر ایک مہر نبوت تھی۔

(بخاری کتاب المناقب باب خاتم النبوۃ)

کاش! لوگ قرآن کریم کے الفاظ پر غور کرتے تو ان کو یہ دھوکا نہ ہوتا' اگر وہ یہ دیکھتے کہ اس آیت میں مضمون کیا بیان ہو رہا ہے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ پہلے اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں اور پھر اس کے بعد لٰکِنْ لاکر رسول اور خاتم النبیین کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اب یہ بات ظاہر ہے کہ لٰکِنْ ازالۂ شبہ کیلئے آیا کرتا ہے اور یہ بات ہر ایک مسلمان جانتا ہے کہ پہلے فقرے سے یہی شُبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ سورہ کوثر میں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ (الکوثر:۴) تیرا دشمن ہی ابتر ہے تو ابتر نہیں' اور یہاں خود تسلیم فرماتا ہے کہ آپ کی نرینہ اولاد نہ ہوگی پس اس شبہ کے ازالہ کے لئے لفظ لٰكِنْ استعمال فرما کر بتایا کہ اس بیان سے بعض لوگوں کے دلوں میں ایک شُبہ پیدا ہوسکتا ہے اس کا ہم ازالہ کر دیتے ہیں اور وہ اس طرح کہ گو جسمانی طور پر یہ مردوں میں

سے کسی کا باپ نہیں تو بھی یہ ابتر نہیں کہلا سکتا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے۔ پس اس کا روحانی سلسلہ وسیع ہوگا اور اس کی روحانی اولاد بے انتہاء ہوگی۔ پھر وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ فرما کر پہلے مضمون پر اور ترقی کی کہ نہ صرف بہت سے مومن اس کی اولاد میں ہوں گے بلکہ یہ نبیوں کی بھی مُہر ہے اس کی مُہر سے انسان نبوت کے مقام پر پہنچ سکے گا۔ پس نہ صرف معمولی آدمیوں کا یہ باپ ہوگا بلکہ نبیوں کا بھی باپ ہوگا۔ غرض اس آیت میں تو اس قسم کی نبوت کا دروازہ کھولا گیا ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے نہ کہ بند کیا گیا ہے۔ ہاں اس نبوت کا دروازہ بیشک اس آیت سے بند کر دیا گیا ہے جو نئی شریعت کی حامل ہو یا بلاواسطہ ہو' کیونکہ وہ نبوت اگر باقی ہو تو اس سے آپؐ کی روحانی ابُوّت ختم ہو جائے گی اور اس کی اس آیت میں نفی کی گئی ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنِّیْ اٰخِرُ الاَنْبِیَاء (مسلم کتاب الحج باب فضل الصلوٰۃ بمسجدی مکۃ و المدینہ)

اور اسی طرح یہ فرمایا۔ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ (مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب الوفاء بیعۃ الخلیفۃ الاول فالاوّل) پس ان احادیث کی رُو سے آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا مگر افسوس کہ یہ لوگ آخر الانبیاء کو تو دیکھتے ہیں' مگر مسلم کی حدیث میں جو اس کے ساتھ ہی وَمَسْجِدِیْ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ آیا ہے اسے نہیں دیکھتے۔ اگر اِنِّیْ اٰخِرُ الانبیآء کے معنی ہیں کہ آپؐ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں تو مَسْجِدِیْ اٰلْمَسَاجد کے بھی یہ معنی ہوں گے کہ مسجد نبوی کے بعد کوئی مسجد نہیں بنوائی جا سکتی' لیکن وہی لوگ جو اِنِّیْ آخِرُ الْاَنْبِیَاءِ کے الفاظ سے استدلال کر کے ہر قسم کی نبوت کی نفی کر

دیتے ہیں۔ وہ مَسْجِدِیْ آخِرُ الْمَسَاجِدِ کے الفاظ کی موجودگی میں نہ صرف اور مسجدیں بنوا رہے ہیں بلکہ اس قدر مساجد تیار کروا رہے ہیں کہ آج بعض شہروں میں مساجد کی زیادتی کی وجہ سے بہت سی مساجد ویران پڑی ہیں۔ بعض جگہ تو مسجدوں میں بیس بیس گز کا فاصلہ بھی بمشکل پایا جاتا ہے اگر آخرالانبیاء کے آنے کے باعث کوئی انسان نبی نہیں ہوسکتا تو آخرالمساجد کے بعد دوسری مسجدیں کیوں بنوائی جاتی ہیں۔

اس سوال کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ مسجدیں رسول کریم ﷺ ہی کی مسجدیں ہیں کیونکہ ان میں اسی طریق پر عبادت ہوتی ہے جس طریق کی عبادت کے لئے رسول کریم ﷺ نے مسجد بنوائی تھی۔ پس بوجہ ظلیّت کے یہ اس سے جُدا نہیں ہیں۔ اس لئے اس کے آخر ہونے کی نفی نہیں کرتیں۔ یہ جواب درست ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ اسی طرح اِنِّیْ اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ کے باوجود ایسے نبی بھی آسکتے ہیں جو رسول کریم ﷺ کے لئے بطور ظلّ کے ہوں اور جو بجائے نئی شریعت لانے کے آپؐ ہی کی شریعت کے متبع ہوں اور آپؐ کی تعلیم کے پھیلانے ہی کے لئے بھیجے گئے ہوں اور سب کچھ اُن کو آپؐ ہی کے فیض سے حاصل ہوا ہو۔ اس قسم کے نبیوں کی آمد سے آپ کے آخرالانبیاء ہونے میں اسی طرح فرق نہیں آتا جس طرح آپؐ کی مسجد کے نمونے پر نئی مساجد کے تیار کرانے سے آپؐ کی مسجد کے آخرالمساجد ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا۔

اسی طرح لَانَبِیَّ بَعْدِیْ کے بھی یہ معنی نہیں کہ آپؐ کی بعثت کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا بلکہ اس کے بھی یہ معنی ہیں کہ ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپؐ کی شریعت کو منسوخ کرے۔ کیونکہ بعد وہی چیز ہوسکتی ہے جو پہلی کے ختم

ہونے پر شروع ہو۔ پس جو نبی رسول کریم ﷺ کی نبوت کی تائید کے لئے آئے وہ رسول کریم ﷺ کے بعد نبی نہیں کہلا سکتا۔ وہ تو آپؐ کی نبوت کے اندر ہے بعد تو تب ہوتا جب آپؐ کی شریعت کا کوئی حکم منسوخ کرتا۔ عقلمند انسان کا کام ہوتا ہے کہ ہر ایک مضمون پر پورے طور پر غور کرے اور لفظوں کی تہ تک پہنچے۔ غالباً انہیں لوگوں کے متعلق اسی قسم کے دھوکے میں پڑ جانے کا ڈر تھا جس کے باعث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

قُوْلُوْ اِنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ.

(تکملہ مجمع بحار الانوار جلد ۴ صفحہ ۸۵ مطبع العالی المنشی نولکشور ۱۳۱۴ھ)

یعنی اے لوگو! یہ تو کہو کہ آپؐ خاتم النّبیین تھے مگر یہ نہ کہو کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا' اگر حضرت عائشہؓ کے نزدیک رسول کریم ﷺ کے بعد کسی قسم کا نبی بھی نہیں آ سکتا تھا تو آپؐ نے لَانَبِيَّ بَعْدَهٗ کہنے سے لوگوں کو کیوں روکا اور اگر ان کا خیال درست نہ تھا تو کیوں صحابہؓ نے ان کے قول کی تردید نہ کی۔ پس ان کا لَانَبِيَّ بَعْدَهٗ کہنے سے روکنا بتاتا ہے کہ ان کے نزدیک آنحضرت ﷺ کے بعد نبی تو آ سکتا تھا مگر صاحب شریعت نبی یا رسول کریم ﷺ سے آزاد نبی نہیں آ سکتا تھا اور صحابہ ؓ کا آپؐ کے قول پر خاموش رہنا بتاتا ہے کہ باقی سب صحابہ ؓ بھی ان کی طرح اس مسئلہ کو مانتے تھے۔

افسوس لوگوں پر کہ وہ قرآن کریم پر غور نہیں کرتے اور خود ٹھوکر کھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی ٹھوکر کھلاتے ہیں اور پھر افسوس ان پر کہ وہ ان لوگوں پر جو ان کی طرح ٹھوکر نہیں کھاتے' غصے ہوتے ہیں اور انہیں بے دین اور کافر سمجھتے ہیں مگر مومن لوگوں کی باتوں سے نہیں ڈرتا۔ وہ خدا کی ناراضگی سے ڈرتا ہے۔

انسان دوسرے کا کیا بگاڑ سکتا ہے وہ زیادہ سے زیادہ یہ کرے گا کہ اس کو مارے دے، مگر مومن موت سے نہیں ڈرتا۔ اس کے لئے تو موت لقائے یار کا ذریعہ ہوتی ہے۔ کاش! اگر وہ قرآن کریم پر غور کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ وہ ایک وسیع خزانہ ہے اور ایک نہ ختم ہونے والا ذخیرہ ہے جو انسان کی تمام ضروریات کو پورا کرنے والا ہے۔ اس کے اندر روحانی ترقیات کی اس قدر راہیں بیان کی گئی ہیں کہ اس سے پہلے کی کتب میں ان کا عشر عشیر بھی بیان نہیں ہوا اور اگر انہیں یہ بات معلوم ہو جاتی تو وہ کنوئیں کے مینڈک کی طرح اپنی حالتوں پر خوش نہ ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے قرب کی راہیں تلاش کرنے میں قدم مارتے اور اگر وہ لفظوں کی بجائے دلوں کی اصلاح کی قدر جانتے تو ظاہر علوم کے پڑھ لینے پر کفایت نہ کرتے بلکہ خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کی کوشش کرتے اور اگر یہ خواہش ان کے دل میں پیدا ہو جاتی تو پھر ان کو یہ جستجو بھی پیدا ہوتی کہ قرآن کریم نے کس حد تک انسان کے لئے ترقی کے راستے کھولے ہیں اور تب انہیں معلوم ہو جاتا کہ وہ ایک چھلکے پر خوش ہو کر بیٹھ رہے تھے اور ایک خالی پیالہ منہ کو لگا کر مست ہونا چاہتے تھے۔ کیا وجہ ہے کہ وہ سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں، لیکن ان کے دل میں کبھی یہ خواہش نہیں پیدا ہوتی کہ وہ انعام جو اس کے اندر بیان کئے گئے ہیں ہمیں بھی ملیں۔ وہ رات دن میں پچاس دفعہ **اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ٥ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ** (سورۃ فاتحہ ٦ تا ٧) پڑھتے ہیں، لیکن ان کے دل میں یہ خیال نہیں پیدا ہوتا کہ وہ کونسا انعام ہے جو ہم طلب کر رہے ہیں۔ اگر وہ ایک دفعہ بھی سمجھ کر نماز پڑھتے تو ان کا دل اس فکر میں پڑ جاتا کہ **صِرَاطَ الْمُسْتَقِیْم** اور **صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ** سے کیا مراد ہے اور پھر ان کی توجہ خود

بخو دسورہ نساء کی ان آیات کی طرف پھر جاتی کہ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْراً لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتاً o وَّ اِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا o وَلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطاً مُّسْتَقِيْماً o وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا o ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا o (سورۃ النساء٦٧ تا ٧١)

یعنی اگر لوگ اسی طرح عمل کرتے جس طرح ان سے کہا جاتا ہے تو ان کے لئے اچھا ہوتا اور ان کے دلوں کو یہ بات مضبوط کر دیتی اور اس صورت میں ہم ان کو بہت بڑا اجر دیتے اور ہم ان کو صراطِ مستقیم دکھا دیتے اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں میں شامل ہوں گے جن پر ہم نے انعام کیا ہے۔ یعنی نبیوں میں اور صدیقوں میں اور شہیدوں اور صلحاء میں اور یہ لوگ نہایت ہی عمدہ دوست ہیں' یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ خوب جاننے والا ہے۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ منعم علیہ گروہ کا راستہ دکھانے سے مراد نبیوں' صدیقوں' شہیدوں اور صلحاء کے گروہ میں شامل کرنا ہے۔ پس جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کی معرفت ہمیں ہدایت کی ہے کہ ہم قریباً چالیس دفعہ دن میں اس سے صراطِ مستقیم کے لئے دعا کریں اور وہ خود صراطِ مستقیم کی تشریح یہ کرتا ہے کہ نبیوں' صدیقوں' شہداء اور صلحاء کے گروہ میں شامل کر دیا جائے تو کس طرح ممکن ہے کہ اس امت کیلئے نبوت کا دروازہ من کل الوجوہ بند ہو۔ کیا یہ ہنسی نہیں بن جاتی اور کیا اللہ تعالیٰ کی شان تمسخر سے بالا نہیں' کیا یہ ممکن ہے کہ وہ ایک طرف تو ہم پر زور دے کہ مجھ سے نبیوں' صدیقوں شہداء اور صلحاء کے

انعامات مانگو اور دوسری طرف صاف کہہ دے کہ میں نے تو یہ انعام اس امت کیلئے ہمیشہ کے واسطے روک دیا' حاشا وکلا' اللہ تعالیٰ کی ذات تمام عیبوں سے پاک ہے اور تمام بدیوں سے منزّہ ہے۔ اگر اس نے یہ انعام روک دیا ہوتا تو وہ کبھی سورہ فاتحہ میں منعم علیہ گروہ کے راستے کی طرف رہنمائی کی دعا نہ سکھاتا اور پھر کبھی اس راستہ کی تشریح یہ نہ فرماتا کہ ہمارے اس رسول کی اتباع سے انسان نبیوں کے گروہ میں بھی شامل ہو جاتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ سورہ نساء کی آیت میں **مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ** ہے نہ کہ **مِنَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ** پس اس سے مراد ہے کہ اس امت کے افراد نبیوں کے ساتھ ہونگے نہ کہ نبیوں میں شامل ہونگے لیکن اس اعتراض کے پیش کرنے والے یہ نہیں سوچتے کہ اس آیت میں صرف نبیوں کا ذکر نہیں بلکہ ان کے ساتھ ہی صدیقوں' شہداء اور صلحاء کا بھی ذکر ہے اور اگر مَعَ کی وجہ سے اس آیت کے وہ معنی ہیں جو یہ لوگ کرتے ہیں تو پھر ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اس امت میں کوئی صدیق بھی نہیں ہوگا بلکہ صرف بعض افراد صدیقوں کے ساتھ رکھے جائیں گے اور شہید بھی کوئی نہیں ہوگا' صرف بعض لوگ شہداء کے ساتھ رکھے جائیں گے اور صالح بھی کوئی نہیں ہوگا صرف کچھ لوگ صلحاء کے ساتھ رکھے جائیں گے یا دوسرے الفاظ میں یہ کہ اس امت کے تمام افراد نیکی اور تقویٰ کے تمام مدراج سے محروم ہونگے صرف انعام میں ان لوگوں کے ساتھ شامل کر دیئے جاویں گے جو پہلی امتوں میں سے ان مدارج پر پہنچے ہیں لیکن کیا کوئی مسلمان بھی اس قسم کا خیال دل میں لاسکتا ہے۔ اس سے زیادہ اسلام اور قرآن اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کیا ہوگی کہ امت محمدیہ میں سے نیک لوگ بھی نہ ہوں بلکہ صرف چند آدمی نیک لوگوں

کے ساتھ شامل کر کے رکھ دیئے جائیں۔غرض اگر مَعَ کے لفظ پر زور دے کر نبوت کا سلسلہ بند کیا جائے گا تو پھر اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کیلئے صدیقیت اور شہادت اور صالحیت کا دروازہ بھی بند کرنا پڑے گا۔

اصل بات یہ ہے مَعَ کے معنی یہی نہیں ہوتے کہ ایک جگہ یا ایک زمانے میں دو چیزوں کا اشتراک ہے بلکہ کبھی مَعَ درجہ میں اشتراک کے لئے بھی آتا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَلَهُمْ نَصِيْرًا ۔ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ سَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۔ (نساء:۱۴۶تا۱۴۷)یعنی تحقیق منافق دوزخ کے نچلے طبقے میں ہوں گے اور تو ان کا کسی کو مددگار نہیں پائے گا مگر ان میں سے وہ مستثنیٰ ہیں جنہوں نے توبہ کر لی اور اصلاح کر لی اور اللہ تعالیٰ کو خوب مضبوط پکڑ لیا اور اپنے دین کو محض اللہ ہی کے لئے کر دیا اور عمل صالح کرنے والوں اور اللہ تعالیٰ ہی کے ہو کے رہنے والوں اور اطاعت کو خاص کر لینے والوں کی نسبت مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔پس اگر مَعَ کے معنی اس جگہ ساتھ کے لئے جاویں تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ باوجود ان سب باتوں کے وہ مومن نہیں بنیں گے بلکہ صرف مومنوں کے ساتھ رکھے جائیں گے اور یہ بات بالبداہت باطل ہے۔پس مَعَ کے معنی کبھی درجہ کی شراکت کے بھی ہوتے ہیں اور انہیں معنوں میں اولـئك مع الذين انعم

اللّٰہ علیھم کی آیت میں یہ لفظ استعمال ہوا۔

قرآن کریم کے اور بھی بہت سے مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نبوت کا دروازہ اس امت میں کھلا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ظل ہو اور آپؐ کی نبوت کی اشاعت کیلئے اور آپؐ کی غلامی اور اطاعت سے حاصل ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ اعراف میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی امت کے ذکر کے دوران میں فرماتا ہے۔ **قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَالَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ. وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ. یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ. فَمَنِ اتَّقٰی وَ اَصْلَحَ فَلَاخَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ**o (الاعراف:۳۴۔۳۶) یعنی ان کو کہہ دے کہ میرے رب نے مجھ پر صرف بُری باتیں جو خواہ ظاہری طور پر بری ہوں خواہ باریک نگاہ سے ان کی برائی معلوم ہو‘ حرام کی ہیں اور گناہ میں مبتلا ہونا اور سرکشی کرنا جو بلا وجہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے شرک کرنا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی دلیل نازل نہیں کی اور اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی باتیں کہنا جن کی صداقت کا تم کو علم نہیں ہے حرام کیا ہے اور ہر ایک جماعت کیلئے ایک وقت مقرر ہے جب ان کا وقت آ جاتا ہے وہ اس سے ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔ اے بنی آدم! اگر تمہارے پاس میرے رسول آویں جو تم ہی میں سے ہوں اور تمہیں میرے نشان پڑھ پڑھ کر سنائیں تو جو لوگ تقویٰ کریں گے اور اصلاح کریں گے ان کو نہ آئندہ کا ڈر ہوگا اور نہ پچھلی باتوں کا غم ہوگا‘ اس

آیت سے صاف ظاہر ہے کہ اس امت میں سے بھی نبی آئیں گے کیونکہ امت محمدیہ کے ذکر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تمہارے پاس نبی آویں تو ان کو قبول کر لینا، ورنہ دکھ اٹھاؤ گے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اِمَّا کا لفظ آیا ہے اور یہ شرط پر دلالت کرتا ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ خروج کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے یہی لفظ استعمال فرمایا ہے علاوہ ازیں اگر اس کو شرط بھی سمجھ لیا جائے تو بھی اس سے یہ تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبوت کا سلسلہ بند نہیں، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے کہ جس امر کی وہ آپ نفی کر چکا ہو اس کو شرط کے طور پر بھی بیان کرے۔

قرآن کریم کے شواہد کے علاوہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ نبوت کا دروازہ مطلقاً مسدود نہیں، چنانچہ آنے والے مسیح کو آپؐ نے بار بار نبی کے لفظ سے یاد فرمایا ہے اگر آپؐ کے بعد کسی قسم کی نبوت بھی نہیں ہو سکتی تھی تو آپ نے مسیح کو نبی اللّٰہ کہہ کر کیوں پکارا ہے۔''

(دعوت الامیر ص۳۲ تا ۴۲)